

مسجد اقصیٰ کی تولیت اور عمار خان ناصر صاحب کی تحریرات

مولانا سمیع اللہ سعدی

(تفصیلی و تنقیدی جائزہ) (دوسری قسط)

اہل کتاب کے مقامات مقدسہ میں داخل ہونے کے جواز و عدم جواز کی بحث اس کے علاوہ اس عنوان کے تحت آنجناب نے ایک لمبی بحث کی ہے، جس میں مشرکین و اہل کتاب کے مساجد اور مقامات مقدسہ میں داخل ہونے کے جواز و عدم جواز کی بحث فقہاء کے مذاہب کی روشنی میں کی ہے۔ کیا حق تولیت اور کسی مقام میں داخل ہونے کی اجازت کا مفہوم ایک ہے؟ تعجب ہے کہ اس مقام پر آنجناب نے اس حوالے سے فقہاء کے مذاہب اور ”إنما المشرکون“ والی آیت کے عموم و خصوص میں مفسرین کے اختلافات تو تفصیل سے بیان کیے، لیکن مسجد اقصیٰ کی تولیت کے اثبات و نفی پر کوئی ایک دلیل نہیں دی۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت کی ہے کہ حنفیہ کے ہاں مسجد اقصیٰ میں اہل کتاب کے داخل نہ ہونے کے حوالے سے کوئی نص نہیں ہے۔ کیا اس سے اہل کتاب کی تولیت ثابت ہوگئی؟ نیز جس جزئیے سے آنجناب نے حق تولیت کو اہل کتاب کے لیے ثابت ہونے کے بارے میں استدلال کیا ہے، اُسے لطیفہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ آنجناب کا ”کمال“ ہے کہ یہود کے لیے حق تولیت کے اثبات کے لیے تو فقط ”جزئیات“ سے استدلال کریں، لیکن امت مسلمہ کے لیے اسے ثابت کرنے کے لیے دو ٹوک اور واضح نص کا مطالبہ کریں۔ اور جزئیات بھی ایسی ہیں جو کسی اور سیاق میں بیان ہوئی ہیں اور شاید ان کے واضعین کے حاشیہ و خیال میں بھی یہ بات نہ ہو کہ کوئی ”ذہین و فطین“ ان جزئیات سے یہود کے لیے مسجد اقصیٰ کی تولیت ثابت کرے گا اور مزید یہ کہ ان واضعین کا موقف بھی یہ ہو کہ مسجد اقصیٰ کی تولیت امت مسلمہ کا حق ہے، کیونکہ مسجد اقصیٰ پر یہود کے حق تولیت کی بقا امت مسلمہ میں آنجناب کے علاوہ کسی کا مسلک نہیں ہے۔ جس جزئی پر آنجناب نے استدلال کی عمارت کھڑی کی ہے، اس میں صرف اتنی بات بیان ہوئی ہے کہ اگر کوئی ذمی مسجد اقصیٰ کے لیے کوئی چیز وقف کرے تو اس کا یہ وقف درست ہوگا یا نہیں؟ تو فقہاء نے لکھا ہے کہ چونکہ اہل کتاب کے ہاں بھی مسجد اقصیٰ محترم ہے، اس لیے وقف کے بنیادی اصول کے مطابق ان کا یہ وقف درست سمجھا جائے گا۔ اب قارئین بتائیں کہ اس سے

اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا اپنی طرف سے لوگوں کا خیال خراب کرنا ہے۔ (مامون الرشید)

ان کی تولیت کیسے ثابت ہوتی ہے؟ آنجناب نے اس سے یہ ”نتائج“ اخذ کیے ہیں:

نتیجہ نمبر: ۱

اس جزئیے سے ثابت ہوا کہ فقہاء مسجد اقصیٰ کو اہل کتاب اور مسلمانوں کی مشترکہ عبادت گاہ مانتے ہیں (تجربہ ہے کہ فقہاء جب اس کو اہل کتاب کی بھی عبادت گاہ مانتے ہیں تو اس کے لیے فقہاء نے اس جزئیے کے علاوہ پوری فقہ اسلامی میں اور کوئی حکم بیان نہیں کیا ہے! کہ اہل کتاب کو اپنی اس عبادت گاہ میں وقف کے علاوہ اور کون کون سے اختیارات حاصل ہیں؟)

نتیجہ نمبر: ۲

اشتراک سے ثابت ہوا کہ ان کا حق تولیت بھی باقی ہے، کیونکہ تولیت کو مانے بغیر اشتراک کا تصور نہیں ہو سکتا۔

(تجربہ ہے کہ ایک وقف کے دو متولی کیسے ہوں گے؟ خصوصاً جبکہ ان کی ملتیں بھی مختلف ہوں۔ ہر متولی جب اس کو اپنے دین کے مطابق استعمال کرنا چاہے گا تو اس کا حشر کیا ہوگا؟ آنجناب بتائیں! اور اگر اس سے صرف اہل کتاب کی تولیت ثابت ہوتی ہے، تو عجیب تضاد ہے کہ اہل کتاب کا وقف درست ہونا تو ان کی تولیت کی دلیل ہے اور مسلمان کا وقف درست ہونا اس کی تولیت کی دلیل بالکل نہیں ہے؟ یا للعجب) قارئین اس سے جناب عمار صاحب کے استدلال کی ”مضبوطی“ کا اندازہ لگائیں۔

۴: بحث چہارم

اس طرح کی ”لا حاصل“ بحث کے بعد آنجناب نے عنوان باندھا ہے ”مسلمانوں کے حق تولیت کے شرعی دلائل کا جائزہ“ اس عنوان کے بعد آنجناب نے یہ عبارت رقم کی ہے:

”ہم اوپر تفصیل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کی تولیت کے منسوخ ہونے کا کوئی اشارہ تک قرآن و سنت اور کلاسیکل فقہی لٹریچر میں نہیں ملتا۔“

جناب عمار صاحب کا ”کمال“ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کا امام بنا کر نماز پڑھوائی، آپ ﷺ کے لیے مخصوص مدت کے لیے قبلہ بنایا، آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ کے لیے سفر کو باعثِ ثواب قرار دیا، اس میں ”نماز“ پڑھنے کی ترغیب دی، مسجد اقصیٰ کو ان یقعات میں شمار کیا جس میں دجال (یہود کا سربراہ) داخل نہیں ہو سکے گا۔^(۱) اور جناب عمار صاحب دجال کے متبعین کو یہ مقدس مقام دینے پر زور دے رہے ہیں (اور قربِ قیامت میں مومنین کے اس میں (یہود کی مرکز عبادت میں) محصور ہونے کی پیشین گوئی فرمائی^(۲)) فقہاء نے اس میں (یہود کی عبادت گاہ میں) اعتکاف کے احکامات بیان کیے۔^(۳) مسجد اقصیٰ اور حرمین شریفین میں افضلیت کی بحثیں کیں^(۴) حضرت عمرؓ نے اس

جھوٹی تعریف بے وقوفوں کی غذا ہے، اس کے باوجود بعض اہل تہذیب بھی اس غذا سے بہرہ ور ہونے کو مذموم نہیں سمجھتے۔ (ادیب)

کو فتح کر کے اس میں نماز پڑھی، حالانکہ آپؐ نے دیگر عبادت گاہوں میں ان کی درخواست کے باوجود نماز نہیں پڑھی، وہاں مسجد بنوائی۔ (۵) (یہود کے مرکز عبادت میں مسجد بنوانا؟ یا اللعجب) اس فتح کے بعد صدیوں تک اس کی تولیت مسلمانوں کے پاس رہی، پھر جب عیسائیوں نے اس پر قبضہ کیا تو ”یہود کے مرکز عبادت“ کے لیے امت مسلمہ نے جانیں دیں، اور یہود در پردہ عیسائیوں کی مدد کرتے رہے۔ ان سب کے باوجود آئینہ آئینہ کا ”دعویٰ“ ہے کہ نصوص میں امت مسلمہ کی تولیت کا ”اشارہ“ تک نہیں ہے۔ ہم آئینہ آئینہ سے پوچھتے ہیں کہ ان تمام مواقع پر اللہ تعالیٰ، نبی پاک ﷺ، اور امت مسلمہ کے علماء و فقہاء نے یہ ضرورت کیوں محسوس نہیں کی کہ کہیں امت مسلمہ اس عبادت گاہ پر ”قبضہ“ نہ کر لے اور ”استحقاق کی نفسیات سے مغلوب“ نہ ہو جائے، اس لیے ساتھ اس کی بھی وضاحت کر دی جائے کہ یہود کا حق تولیت منسوخ نہیں ہوا، اس لیے ان کو بنیاد بنا کر اس عبادت گاہ پر قابض نہ ہو جاؤ۔ کیا آئینہ آئینہ کے حق تولیت کے باقی رہنے اور منسوخ نہ ہونے پر کوئی واضح دلیل دے سکتے ہیں؟

آئینہ آئینہ کے استدلال کا ”عالم“ تو یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہود کا حق تولیت باقی ہے اور استدلال اس بات سے کر رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک خاص جگہ صخرہ سے ہٹ کر نماز پڑھی (حالانکہ اس کی اصل وجہ کتب تاریخ میں منقول ہے) مسجد اقصیٰ کی اصل بنیادوں کو تلاش نہیں کیا، معلوم ہوا کہ یہود کا حق تولیت باقی ہے۔ تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر مختلف ارشادات فرمائے، حضرت کعب احبارؓ سے استفسارات کیے، لیکن یہود کے حق تولیت کے بارے میں ایک جملہ بھی ارشاد نہیں فرمایا اور ایک خاص جگہ پر نماز پڑھ کر امت پر چھوڑ دیا کہ خود ”استنباط“ کر لو کہ یہود کا حق باقی ہے (اگرچہ حق تولیت کے لیے ”صریح دلیل“ کی ضرورت ہے، یا اللعجب) اپنے ”دلائل“ کا تو یہ عالم ہے، لیکن واضح نصوص کو رد کر کے کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس اشارہ تک نہیں۔ کیا علمی دنیا میں ”غیر جانبدارانہ تحقیق“ اسی کا نام ہے؟ صاف واضح ہے کہ آئینہ آئینہ کے ”تاریخی و مذہبی حق“ تسلیم کر کے اس کے لیے ”مواد“ اکٹھا کر رہے ہیں۔

آئینہ آئینہ کے تعقبات و اعتراضات کا اجمالی جواب

آئینہ آئینہ نے اپنے ”زعم“ کے مطابق مسجد اقصیٰ کی تولیت کے ”دلائل“ پر اعتراضات وارد کیے کہ ان دلائل سے یہود کا حق تولیت کو منسوخ کرنا درست نہیں ہے، ان تمام تعقبات کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

پہلی بات:

آئینہ آئینہ نے جو خود ساختہ مقدمہ اپنے مضمون کی ابتدا میں ”تراشا“ تھا کہ کسی مذہب کی عبادت گاہ کی تولیت لینے کے لیے کسی واضح نص کی ضرورت ہے، اس بنیاد پر آئینہ آئینہ نے تقریباً تمام دلائل کو اجمالاً رد کر دیا کہ ان میں سے کوئی بھی صریح نہیں ہے۔ اس مقدمے کی حقیقت ہم ماقبل میں واضح کر چکے

کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت مت برباد کرو، بلکہ اس کی خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرو۔ (حکیم)

ہیں کہ اس کی جملہ شقیں آنجناب کی ”ایجاد“ ہیں۔ نیز مسجد اقصیٰ پر یہ تعریف ہی صادق نہیں آتی کہ وہ محض کسی خاص مذہب کا ”مرکز عبادت“ ہے، بلکہ یہ تو دنیا کے ان مقدس مقامات میں سے ہے، جن کی تولیت کے بارے میں تمام ادیان کے بارے میں یہ ضابطہ چلا آ رہا ہے کہ وہ ہر زمانے کے اہل حق کو ملتے ہیں۔

دوسری بات:

آنجناب کے ان تمام اعتراضات میں ایک بنیادی ”غلطی“ یہ ہے کہ آنجناب نے ان تمام واقعات اور نصوص کو یہود کے حق تولیت کی منسوخی کے ”دلائل“ قرار دیا اور انہیں باقاعدہ ”دلائل“ اور ”اعلانات“ فرض کر کے ان پر اعتراضات کی ایک لمبی فہرست تیار کر لی، حالانکہ یہ واقعات و نصوص سرے سے دلائل کے ”زمرے“ میں ہی نہیں آتے، بلکہ یہ تو امت مسلمہ کو اس مقدس مقام کی تولیت ملنے کے ”مظاہر“ اس حق کے ”نتائج“ اور اس کے ”ثمرات“ ہیں۔ حق تولیت کی دلیل تو دنیا کے ان چند مقدس مقامات کے بارے میں وہ ”سنت اللہ“ اور تمام ادیان سماویہ میں مسلم ”اللہ تعالیٰ کا وہ قانون“ ہے، جس کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری پوری علمی تاریخ میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی تولیت کے بارے میں ”دلائل“ بیان کرنے کا یہ طرز نظر نہیں آتا۔ کتب تفسیر، کتب حدیث، اور کتب فقہ کے اس پورے ذخیرے میں ان مقامات مقدسہ کے دلائل تو کجا یہ مسئلہ ہی بیان نہیں ہوا، حالانکہ ان کتب میں ہر چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بالتفصیل بیان ہوا ہے۔ آنجناب نے چونکہ مسجد حرام کی تولیت کو بھی ”صریح دلیل“ کا نتیجہ قرار دیا ہے، ہم آنجناب سے ایک سوال کرتے ہیں کہ وہ مسجد حرام کی تولیت کے ”دلائل“ اور اس ”مسئلے“ کی نشاندہی تفسیر، حدیث و شروح حدیث اور فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب کی کتب فقہ میں سے کسی ایک قدیم کتاب میں کر دیں، تو ہم آنجناب کے ممنون ہوں گے۔ تعجب کی بات ہے کہ سورہ براءت کی جن آیتوں کو آنجناب نے مسجد حرام کی تولیت کی ”دلیل“ بنایا، اس کے تحت بھی مفسرین نے اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

واقعہ اسراء اور سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات

اسلامی تاریخ میں اسراء و معراج کا واقعہ مختلف وجوہات کی بنا پر ایک ممتاز واقعہ ہے، اس تاریخی واقعے کو اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات میں بیان کیا۔ یہ واقعہ بے شمار حکم و مصالح اور اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔ یہ یادگار معجزہ اور اس کو بیان کرنے کے لیے مذکورہ سورت کی ابتدائی آیات درج ذیل وجوہ سے اس بات کا سب سے بڑا مظہر ہیں کہ حرمین کے بعد دنیا کے مقدس ترین مقام مسجد اقصیٰ کی تولیت خیر الامم کے پاس ہے۔ پہلے ان وجوہات کا ذکر کرتے ہیں، پھر آنجناب کے ”اعتراضات“ پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

وجہ نمبر: ۱..... اس واقعے میں آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ کا سفر کرانا اور وہاں انبیاء کی امامت کا

چاپوسی کرنا بہت سے لوگ جانتے ہیں، لیکن تعریف کرنا کسی کسی کو آتا ہے۔ (ادیب)

تاج آپ ﷺ کے سر پر رکھنا اس بات کا مظہر ہے کہ اس گھر میں جہاں یہ نبی امام ہے، وہاں ان کو ماننے والی امت بھی باقی ملتوں کی امام اور اس مقدس گھر کی تولیت کی ذمہ دار ہے۔

وجہ نمبر: ۲..... مسجد اقصیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نشانیوں میں شمار کیا، اس سے اس مقام کی اہمیت، فضیلت، تقدس اور آفاقیت خود بخود آشکارا ہوتی ہے۔ اس سے آنجناب کے اس ”مفروضے“ کی تردید ہوتی ہے کہ مسجد اقصیٰ کی حیثیت صرف ایک مذہب کے مرکزِ عبادت کی ہے۔ جب یہ ایک آفاقی مقدس مقام ہے تو اس کی تولیت ”سنت اللہ“ کے مطابق ہر زمانے کے اہل حق کو ملے گی۔

وجہ نمبر: ۳..... اس واقعے کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مقدس مقام سے یہود کی اپنے معاصی اور سرکشی کی بدولت دوبار جلا وطنی کا ذکر کیا، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس مقامات کے بارے میں اپنی اس خاص سنت کی طرف اشارہ کیا اور مفسرین کے نزدیک اس موقع پر اپنی خاص سنت کو ذکر کرنے کے دو بڑے مقصد ہیں:

۱..... مشرکین مکہ کو تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ مسجد حرام بھی اللہ کے انہی مقدس مقامات میں سے ہے، اس لیے اگر تم اپنے کفر و شرک سے باز نہ آئے، تو تم اللہ کی اٹل سنت کے مطابق اس گھر کی تولیت اور خدمت سے محروم کر دیے جاؤ گے۔

۲..... مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہے کہ اگر تم نے اللہ کی نافرمانی اختیار کر لی تو تم کو بھی اللہ مسجد اقصیٰ کی تولیت سے بطور سزا اسی طرح محروم کر دے گا، جیسا کہ یہود کو اپنی نافرمانی کے نتیجے میں اللہ نے محروم کر دیا۔ (۶)

وجہ نمبر: ۴..... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ضابطے اور سنت کو ”صراحتہ“ بیان کیا، چنانچہ ان واقعات کے ذکر کے بعد فرمایا:

”عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُمْ عُدتُمْ“ (الاسراء: ۸)

ترجمہ: ”عین ممکن ہے کہ (اب) تمہارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم پھر وہی کام کریں گے۔“

اس آیت کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے کہ اس میں اللہ کی ”رحمت“ سے مراد آپ ﷺ کی بعثت ہے اور ”إِنْ عُدتُمْ“ سے مراد پچھلے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کی تکذیب اور آپ ﷺ کو اسی طرح ستانا ہے، جیسا کہ اس ”مغضوب علیہم“ قوم نے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ستایا تھا۔ اور ”عُدْنَا“ سے مراد تیسری مرتبہ اس گھر کی تولیت اور اس ارض مقدسہ سے اخراج ہے۔ گویا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: دوبار جلا وطنی کے بعد اللہ تمہیں ایک موقع اور دیں گے اور آپ ﷺ کو مبعوث کریں گے، پھر اگر تم نے اسی خاتم الانبیاء کو اسی طرح ستایا اور ان کی تکذیب کی جیسا کہ اس سے پہلے تم دو جلیل القدر پیغمبروں کے ساتھ کر چکے ہو تو ہم اپنے اصول کے مطابق تمہیں دوبارہ اس گھر کی تولیت سے محروم کر دیں گے۔ امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”أى فعل ما لا ينبغي وهو التكذيب لمحمد ﷺ وكتمان ما ورد في

التوراة فعاد الله عليهم التعذيب على أيدي العرب“۔ (۷)

امام طبرسی نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے:

”فعادوا فسلط الله عليهم المؤمنين“۔ (۸)

مفسر ابن ابی حاتم نے امام شاکؒ سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے:

”كانت الرحمة التي وعدهم بعث محمد ﷺ“۔ (۹)

اس آیت کی یہی تفسیر حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں (۱۰) علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں (۱۱) امام قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں (۱۲) امام بغویؒ نے معالم التنزیل میں (۱۳) امام اہل سنت امام ماتریدیؒ نے تاویلات اہل السنۃ میں (۱۴) اور دیگر تقریباً تمام متقدمین و متاخرین نے بیان کی ہے۔

آنجناب نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ”یہودی رہتے ہوئے“ تم کو یہ گھر دوبارہ اللہ کی رحمت سے مل سکتا ہے، آنجناب کی یہ تفسیر ”تحریف“ کہلانے کی زیادہ مستحق ہے۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ اس کی تائید خلف و سلف میں سے کسی ایک مفسر سے دکھادیں۔ نیز آیت کی یہ تفسیر کرنے سے تو خود اس کا اوپر والی آیت کے ساتھ کھلا تعارض لازم آتا ہے کہ عام ”معاصی“ پر تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گھر کی تولیت سے محروم کر دیا، لیکن اللہ کے آخری پیغمبر کی تکذیب کے باوجود وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں اور انہیں یہ گھر مل سکتا ہے۔ اپنے ذہنی ”مقدمات“ سے کتاب اللہ کی من مانی تفسیر کے نتیجے میں اس طرح کے ”تضادات“ اور ”عجائبات“ اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ صرف جناب عمار صاحب ہی نہیں، بلکہ تمام متجددین، اپنی عقل کی بنیاد پر شریعت کے متفقہ مسائل پر از سر نو ”تحقیق“ کرنے والوں اور سلف کے فہم دین کی تغلیط کرنے والوں کی تحریرات ”ایسی ہی شاہکار“ ہوتی ہیں۔

آنجناب کے ”اعتراضات“

آنجناب کے خود ساختہ مقدمہ کے اعتبار سے حق تولیت کی منسوخی کے لیے چونکہ ”صریح دلیل“ کی ضرورت ہے اور یہ چونکہ صریح نہیں ہے، اس لیے آنجناب نے اس کو رد کر دیا۔ دوسرا آنجناب نے کہا ہے کہ اس واقعے سے امت مسلمہ کی تولیت کی حکمت سلف میں کسی نے بیان نہیں کی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً: شرعی احکام کی حکمتوں کے بیان کے لیے سلف کی پابندی کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، بشرطیکہ وہ دوسرے نصوص کے معارض نہ ہو اور یہ حکمت چونکہ معارض نہیں ہے، اس لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ثانیاً: مسجد اقصیٰ کی تولیت کی بحث چونکہ آج کی ”پیداوار“ ہے، اس لیے زمانہ حال کے اکابر نے شرعی نصوص کے اس پہلو کو بھی اجاگر کیا، اس کی مثال یہ ہے کہ آج کے علماء قرآن کی بہت ساری آیتوں کو ختم نبوت کی دلیل بناتے ہیں، حالانکہ سلف میں کسی نے ان کو اس مسئلے کے لیے دلیل کے طور پر ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہی تھی کہ چونکہ

یہ مسئلہ یوں اٹھا نہیں تھا، اس لیے ان آیتوں کے اس پہلو کی طرف کسی کا ذہن نہیں گیا۔ اس کے علاوہ چونکہ آنجناب کے نزدیک یہ حق تولیت کی منسوخی کی ”باقاعدہ دلیل“ ہے، اس لیے آنجناب نے یہ نکات اٹھائے:

نکتہ: ۱..... مسجد حرام کی تولیت سے پہلے اس کی تولیت کیوں منسوخ کی؟ حالانکہ وہ بہر حال اس سے افضل اور اہم ہے۔ (حالانکہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ تولیت کی منسوخی کے ”اعلانات“ نہیں ہیں، بلکہ تولیت کی منسوخی تو ”سنت اللہ“ کے نتیجے میں ہو گئی، یہ تو فقط اس کے مظاہر ہیں)

نکتہ: ۲..... مسجد حرام کی تولیت کو ”۹ھ“ میں ”صراحتہ“ بیان کیا، اس کو اشارہ کیوں بیان کیا؟ (اس پر ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں)

نکتہ: ۳..... اگر اسراء کے موقع پر ہی اس کی تولیت منسوخ ہو گئی تو تحویل قبلہ کے مقاصد میں سے بڑا مقصد تالیفِ یہود کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان کو اس پر تولیت کا حق ہی نہیں ہے۔ (اس پر بحث آگے کرتے ہیں)

تحویل قبلہ کا واقعہ

مسجد اقصیٰ پر امت مسلمہ کی تولیت کے مظاہر میں سے دوسرا بڑا مظہر تحویل قبلہ کا واقعہ ہے۔ نبی پاک ﷺ کی جو صفات پچھلی کتابوں میں بیان ہوئی تھیں، ان میں ایک صفت ”نبی القبلتین“ کا بھی ذکر تھا، چنانچہ اس پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سولہ سترہ مہینے امت مسلمہ کا قبلہ بیت المقدس کو بنایا (۱۵) اور خاص طور پر یہ حکم مدینہ منورہ میں اس لیے آیا تاکہ یہود کی تالیفِ قلب کا مقصد بھی حاصل ہو اور انہیں اسلام کے قریب لایا جائے۔ تحویل قبلہ سے ان کے اسلام کے قریب آنے کی دو وجہیں تھیں:

پہلی وجہ: چونکہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی ایک صفت ”نبی القبلتین“ کا بیان ہوا تھا، اس لیے جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے، تو انہیں اپنے صحف کی پیش گوئی سچی نظر آئے گی اور یوں یہود آپ ﷺ کو نبی ماننے پر آمادہ ہو سکتے تھے، جن کی خوشخبری ان کی الہامی کتب میں بار بار بیان ہوئی تھی۔

دوسری وجہ: عمومی طور پر یہود کا گمان تھا کہ ”نبی مبشر“ ان میں سے ہوگا، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نبی تو بنی اسماعیل میں سے آیا تو انہیں مختلف وجوہ کی بنا پر آپ ﷺ کو ماننے میں تامل ہوا اور وہ آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، تو اس موقع پر تحویل قبلہ کا حکم آیا، تاکہ انہیں اس بات کا اندازہ ہو کہ یہ پیغمبر اگرچہ بنی اسماعیل میں سے ہے، لیکن پچھلے انبیاء کے تبرکات اور مقدس مقامات کا احترام بھی ان کے مشن کا مقصد ہے۔ گویا یہ نبی ایک اعتبار سے سابقہ انبیاء کے مشن کی تکمیل ہی کے لیے آیا ہے۔ اس طرح سے ان کا وہ بغض کافی حد تک کم ہو سکتا تھا، جس کا وہ ہر موقع پر اظہار کرتے تھے اور وہ مشرکین کی بجائے مسلمانوں کے قریب ہو سکتے تھے اور یہی اس حکم کے مقاصد

جو بات کو حضور قلب سے سنتا ہے، ان کے لیے قرآن کی تعلیم میں کافی نصیحت ہے۔ (قرآن کریم)

میں سے ایک مقصد تھا۔ اب اس حکم کی مختلف حیثیتیں ہو گئیں۔

۱:..... آپ ﷺ کو نبی القبلتین کا تاج پہنانا کہ دنیا کے دو مقدس گھر جو پہلے انبیاء میں تقسیم ہوئے تھے، اب یہ آخری نبی ﷺ ان دونوں گھروں کے وارث اور والی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے، جو گزشتہ تمام انبیاء میں سے کسی کو نہیں ملی تھی۔ اور اس کے ضمن میں اس امت کی فضیلت اور اس کا خیر الامم ہونا بالکل واضح ہے کہ دنیا کے دو مقدس گھر اس امت کے لیے اللہ نے قبلہ بنائے اور انہیں ان دونوں کا ذمہ دار بنایا، حالانکہ اس سے پہلے یہ خصوصیت کسی امت کو نہیں ملی تھی، چنانچہ اس واقعے کے نتیجے میں اس امت کا خیر الامم کے منصب پر فائز ہونا اللہ تعالیٰ نے ”صراحۃً“ بیان کیا:

”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا“ (البقرہ: ۱۴۳)

ترجمہ: ”اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا“۔

”وسطاً“ کا ایک مطلب مفسرین نے جہاں معتدل اور افراط و تفریط سے پاک بیان کیا ہے، وہاں اس کا مطلب ”خیر“ یعنی بہترین بھی بیان کیا ہے۔ امام رازیؒ و علامہ زحشری نے اس دوسرے مطلب کو مختلف وجوہ کی بنا پر رائج قرار دیا، کیونکہ خیر کے اندر اعتدال والا معنی خود بخود آ گیا۔ (۱۶)

۲:..... اس واقعے سے یہود کو اسلام کے قریب کرنا تھا، مذکورہ واقعے سے تالیفِ یہود کا مقصد کیونکر حاصل ہوا، اس کو ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔

۳:..... کمزور ایمان والے مسلمانوں اور منافقین کا امتحان لینا مقصد تھا کہ وہ پختہ مسلمانوں کی طرح اس حکم کی اتباع کرتے ہیں یا وہ اس پر گونا گوں اعتراضات و شبہات کرتے ہیں، کیونکہ یہ واقعہ اسلام میں نسخ کے ابتدائی واقعات میں سے ہے۔ ”إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ“ سے اس حکمت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

حوالہ جات

- | | |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| ۱..... مندرجہ، ۳۳/۳۹۔ | ۲..... ایضاً۔ |
| ۳..... بدائع، ۲/۱۶۴۔ | ۴..... فتح الباری، ۳/۶۵۔ |
| ۵..... البدایہ والنہایہ، ۹/۶۵۵۔ | ۶..... معارف القرآن، ۵/۴۵۱۔ |
| ۷..... تفسیر کبیر، ۲۰/۱۶۱۔ | ۸..... تفسیر طبری، ۱۴/۵۰۶۔ |
| ۹..... تفسیر ابن ابی حاتم، ۴/۲۲۱۔ | ۱۰..... تفسیر ابن کثیر، ۸/۴۴۰۔ |
| ۱۱..... روح المعانی، ۱۵/۲۱۱۔ | ۱۲..... تفسیر قرطبی، ۱۳/۲۳۔ |
| ۱۳..... معالم التنزیل، ۵/۸۰۔ | ۱۳..... تاویلات اہل السنۃ، ۷/۸۔ |
| ۱۵..... روح المعانی، ۲/۱۰۔ | ۱۶..... تفسیر کبیر، ۴/۱۰۸۔ |

(جاری ہے)